Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 3 (January-March 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Bait al-Mal as a Source of Central Financing for Business

بیت المال بطور ذریعہ مرکزی تمویل برائے کاروبار

Razia Sultana
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, National College of Business Administration & Economics, Multan, raziia.sultana2480@gmail.com

Abstract

Islam, grounded in the essence of nature, offers a comprehensive rationale for addressing the diverse needs of humanity in both the temporal and spiritual realms. Within this worldview, economics stands as intrinsic to the world as the soul is to the body. Islam meticulously lays down rules for business, encompassing micro and macro levels, guiding individuals and society through principles of mutual cooperation, security, ethical values, and obligations embedded in its way of life. Acknowledging economic effort as an inevitable historical reality crucial for poverty eradication and progress, Islam emphasizes the indispensable role of funding and financing in any business activity. The concept of a State Bank, delineated in the holy Quran, with details spanning its establishment, jurisdiction, rules of business, and services, reflects the foresight in ensuring economic continuity, leaving evolving issues to the wisdom of Islamic jurists. The Islamic code not only imparts moral guidance at the individual level but also furnishes religious injunctions, examples, and practices for the Ummah. Rooted in history, the State Bank's inception during the Prophet's life in Madina and subsequent organizational refinement during Hazrat Umer RA's reign positions it as a guardian to the populace,

OPEN ACCESS

comparable to a father to his offspring. In contemporary Muslim society, the State Bank, along with public sector banks under its purview, plays a pivotal role by providing loans for business promotion, contributing to poverty alleviation, economic rejuvenation, and national income augmentation, thus serving as a bulwark against economic collapse in both realms. This research endeavors to elucidate the rules of business, the State Bank's role, and impact through a multifaceted analysis encompassing legal, academic, and Shariah-based perspectives, grounded in the teachings of the holy Quran, Sunnat, the opinions of Muslim jurists, and a consideration of contemporary issues and universal realities, culminating in comprehensive findings, discussions, future recommendations, suggestions, and conclusive insights.

Keywords: State Bank, Small and large business, Jurisdiction, Modalities, Islamic injunctions and contemporary affairs

تعارف وتحدید موضوع

اسلام ایسا دین فطرت ہے کہ جس میں انسان کی تمام دنیاوی اور اُخروی حاجات وضروریات کی عقل فطرت کے عین مطابق تکمیل کی گئی ہے۔ دنیا کی میں مالیات کا شعبہ اس قدر اہم بنیادی لازمی اور ضروری ہے کہ جسم روح کا رشتہ اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ اسلامی نظام حیات کے معاشی شعبے میں چھوٹے بڑے پیمانے پر کاروبار کے لئے انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک اسلام نے باہمی معاونت قانونی تحفظ اور اخلاقی اقدار و فرائض کا تعین کیا ہے۔ خاتمہ غربت و فروغ معیشت کے لئے کاروباری جدوجہد ناگزیر تاریخی حقیقی فطری طریقہ کار رہا ہے اور کوئی کاروبار بھی تمویل کار(Funding & Financing)کے بغیر شروع نہیں ہو سکتا۔ اس عمل کو تسلسل کے ساتھ یقینی بنانے کے لئے اسلام میں مرکزی بینک بیت المال(State Bank)کا عملی تصور کا قیام طریقہ کار دائرہ عمل لائحہ عمل اس کی خدمات اور اس کے قواعد وضوابط کو نصوص قطعیہ میں بیان کیا اور ارتقائے حیات اور وسعت تمدن فروغ معیشت اور تہذیبی ترقی کے ساتھ پیدا شدہ مسائل کے حل کے لئے اجتہادی بصیرت کا دروازہ کھلا رکھا گیا۔ سماج میں چھوٹے بڑے کاروبار کے آغاز تسلسل ترقی اور اس کی وسعت کے لئے جہاں انفرادی سطح پر اخلاقی تعلیمات عطا کیں وہاں اسلامی ضابطہ حیات میں قانونی فقہی احکامات اور امثال ونظائر وتعامل اُمت بھی نظر آتا ہے۔ بیت المال کا سادہ سا قیام تو مدنی زندگی میں فتوحات کے بعد ہی مسجد نبوی ﷺ میں شروع ہو گیا تھا جس کے انچارج حضرت بلال ؓ تھے لیکن اس کی باقاعدہ بڑے پیمانے پر

تشکیل وترویج دور فاروقی میں نظر آتی ہے اس ادارے کا ریاست کی پوری آبادی کے ساتھ وہی تعلق تھا جو ایک شفیق باپ کے ساتھ اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔

چنانچہ فی زمانہ مسلم سماج میں سٹیٹ بینک قائم ہیں۔ باقی تمام ریاستی بینک اسی کے زیر انتظام ہیں اور یہ تمام بینک چھوٹے بڑے پیمانے پر صنعت زراعت تجارت کاروبار کے فروغ کے لئے قرض کی صورت میں مال اور وسائل فراہم کرتے ہیں جو افراد کی بحالی معیشت کی ترقی غربت میں کمی قومی آمدن میں وسعت اور اضافے کے ساتھ ساتھ ریاست کی معاشی زندگی کو مفلوج ہونے سے بچاتے ہیں۔ زیر نظر تحقیقی مضمون میں چھوٹے بڑے کاروبار کے فروغ واستحکام کے لئے بیت المال (مرکزی بینک) کے کردار قواعد وضوابط طریقہ کار اثرات اور اصلاحی تجاویز کو شرعی قانونی فنی تحقیقی اسلوب کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ عصر حاضر کے مخصوص احوال وظروف کے اندر بیت المال عوام الناس میں ہر پیمانے پر معاشی جدوجہد کے فروغ اور کاروبار کے قیام واستحکام میں کیا کردار ادا کر رہا ہے اور کیا کردار ادا کرنا چاہیے۔ کتاب و سنت خلافت راشدہ کے فیصلوں تعامل اُمت اقوال فقہاء جدید مسلم معاشی ماہرین کی آراء اور زمینی حقائق وعالمگیرت کے آج کے دور میں کاروباری فروغ کے تمویلی کردار پر شرعی نکتہ نظر سے بحث کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: بیت المال، چھوٹے بڑے کاروبار، دائرہ کار، طریقہ کار، شرعی احکام، عصری احوال

مبادیاتِ موضوع

بیت المال اسلامی ریاست کے مرکزی بینک کو کہا جاتا ہے۔ لفظی معنی کے اعتبار بیت المال کا مطلب ہے دولت کا گھر یعنی The House of Wealth۔ اسے اسلامی ریاست کا خزانہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ (1901-1962ء) لکھتے ہیں اسلام کے معاشی نظام کو بروئے کار لانے کے لئے حکومت ربانی (خلافتِ اسلامی) کے لئے سرکاری خزانہ کا وجود ضروری ہے۔ اس خزانے کے محفوظ مقام کو بیت المال کہا جاتا ہے۔[1] مولانا مودودی (م 1979ء) لکھتے ہیں بیت المال اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کا مال ہے کسی فرد واحد کو اس پر مالکانہ اختیارات حاصل نہیں۔[2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں لکھا ہے:

BAIT-ul-MAL, means treasury, especially that of the state and is applied not only to the actual building in which the financial business of the state is transacted but also in a figuraUve sense to the national exchequer or Fiscus.[3]

یہ دراصل اسلامی ریاست کا مرکزی بینک ہے اس کی شاخیں مختلف اضلاع میں قائم کی جا سکتی ہیں۔ ریاست کی تمام آمدن اسی میں جمع ہوتی ہیں مثلاً زکوۃ (اسلام کا رکن اور ایک مالی عبادت جو ہر صاحب نصاب سے ڈھائی فیصد سالانہ اس کی بچت سے

OPEN ACCESS

وصول کیا جاتا ہے)، عشر (زرعی پیداوار کا دسواں حصہ)، جزیہ (صاحبِ حیثیت غیر مسلموں سے ان کی سہولیات کے بدلے میں وصول کیا گیا معاوضہ)، وقف (وہ مال جو لوگ اپنے رضا سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خدمت خلق کے لئے مخصوص کر دیں)، خراج (غیر مسنون سے لیا گیا زمین کا ٹیکس)، صدقات (ہر طرح کا مال جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیا جائے)، فیے (بغیر جنگ کے کفار کا مال مسلمانوں کو ملنا)، خمس (زرعی پیداوار کا پانچواں حصہ)، ضرائب (ہنگامی حالات میں لگائے گئے ہر طرح کے ٹیکس)، لگان (سرکاری زمین کا کرایہ)، عشور (درآمدی یا چونگی ٹیکس جسے انگریزی میں ایمپورٹ ڈیوٹی کہا جاتا ہے)، اموالِ فاضلہ (ایسے اموال جو غیر متوقع طور پر حاصل ہوں جن کا کوئی قانونی مالک نہ ہو)، سرکاری جرمانے، مزید محاصل (عارضی طور پر لگائے گئے ٹیکس) یہ اور اس قسم کے دیگر متوقع و غیر متوقع ذرائع آمدن سب بیت المال کی آمدن ہے۔ دوسری طرف تمام قسم کے سرکاری اخراجات مثلاً عوامی فلاح کے کام، قرضِ حسنہ کی فراہمی، ملازمین کی تنخواہیں، پینشن، الاؤنسز اور ہر طرح کے متوقع و غیر متوقع ہنگامی عمومی اخراجات بھی بیت المال سے ہی پورے کیے جاتے ہیں۔ موجودہ دور میں بیت المال یعنی مرکزی بینک کا اقتصادی اور انتظامی کردار اتنا وسیع مؤثر بنیادی ضروری لازمی عقلی قانونی فوری اور ہنگامی نوعیت کا ہے کہ جس سے انکار تو کیا معمولی سی غفلت بھی ممکن نہیں۔ زیر بحث موضوع میں عوام الناس کے کاروبار کے قیام اس کے آغاز اس کی وسعت اور ترقی کے لئے مرکزی بینک کے کردار کو تفصیل اور تحقیقی اسلوب کے تحت بیان کیا جارہا ہے۔

تاریخی پس منظر

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں قائم ریاستِ مدینہ میں باقاعدہ الگ منظم بیت المال نہ تھا کیونکہ نظام کی سادگی اور تحدید مسائل اور آبادی کی کمی تمدن کی سادگی ضروریات کی تحدید معاملات کی دیانت کی وجہ سے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ پاکستان میں 1973 سے پہلے محکمہ شناختی کارڈ نہیں تھا البتہ ایسا ہرگز نہیں کہ اس مبارک دور میں بیت المال کا تصور ہی نہ ہو دراصل مسجد نبوی ﷺ اسلامی ریاست کے تمام امور کی انجام دہی کا مرکز تھی جو بھی آمد ہوتی اسے فوراً مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا۔ حضرت بلالؓ معروف معنی میں اس کے انچارج تھے اور بیت المال کے بعض معاملات حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے سپرد بھی تھے اس لئے انہیں امین الامت بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ برائے راست مالی امور کی نگرانی کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے مختصر دورِ خلافت میں بھی بیت المال کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور خلافت کے مالی معاملات کو عہد رسالت ﷺ کے طرز پر ہی چلایا جاتا تھا۔ تاہم حضرت عمرؓ کے دور میں جب فتوحات میں اضافہ ہوا مسلمانوں کی تعداد بڑھی نئے تمدنی اور اقتصادی انتظامی مسائل پیدا ہوئے بہت سامالِ غنیمت اور دیگر ذرائع سے ریاست کی آمدن میں اضافہ ہوا اخراجات بڑھے مالی معاملات کی سادگی پیچیدگی میں بدلنا شروع ہوئی اقتصادی عدل اور بہترین مالی انتظامات قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو 15 ہجری میں حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو تجویز پیش کی کہ ریاستی آمدن کو ایک سال کے اندر مسلسل تقسیم کیا جانا چاہیے۔ شام

کے گورنر ولید بن ہشام نے بتایا کہ رومی حکومت میں مالیات کا محکمہ الگ سے کام کرتا ہے تو حضرت عمرؓ کو یہ تجویز پسند آئی انہوں نے بیت المال قائم کیا۔ عبد اللہ بن ارقمؓ جو مالیات کے ماہر تھے انہیں اس کا نگران مقرر کیا۔[4] حضرات عثمانؓ و علیؓ وجہ کے دورِ خلافت میں بیت المال میں وسعت پیدا ہوئی۔ پھر کچھ عرصہ کے لئے بیت المال پر عوامی تصرف کی بجائے شاہی تصرف قائم ہوا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں بیت المال کی اصلاح کی گئی۔

تمویل برائے کاروبار

بیت المال کے مصارف کو چار شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا شعبہ زکوۃ اور عشر کا ہے جو صرف قرآن حکیم میں مذکور مصارف زکوۃ پر ہی خرچ کیا جاتا ہے۔ دوسرا شعبہ غنائم یعنی مالِ غنیمت کنز (سرکاری خزانے)، رکاز (سرکاری دفینے)، خمس اور صدقات کی آمدن سے خرچ کئے جاتے ہیں۔ تیسرا شعبہ خراج جزیہ عشور کراء الارض، ضرائب و نوائب (ہنگامی ٹیکس)، غیر مسلموں سے ملنے والے تحائف پر مشتمل ہے انہیں بھی طے شدہ امور پر خرچ کیا جاتا ہے۔ چوتھا شعبہ اموالِ فاضلہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ فلاحِ عامہ پر خرچ کیا جاتا ہے۔ عوام الناس کو چھوٹے بڑے کاروبار کرنے کے لئے قرضِ حسنہ (بلا سود قرض) یا مالی امداد (نا قابلِ واپسی) پیش کی جاتی ہے۔ تاہم مخصوص حالات میں ان اخراجات کی ترتیب تبدیل کی جاسکتی ہے۔ ابن عابدین لکھتے ہیں وعلى الامام ان يجعل لكل نوع بيتا يختصه، وله ان يستقرض من احدها ليصرفه للآخر[5] یعنی امام کے لئے ضروری ہے کہ ہر شعبے پر خرچ کرنے کے لئے بیت المال کے مخصوص شعبے سے ہی رقم حاصل کرے تاہم ہنگامی حالات میں ایک شعبے کی رقم دوسرے شعبے سے بھی لی جاسکتی ہے۔

قرآن حکیم میں مرکزی بینک یعنی بیت المال کے مصارف کے حوالے سے مساکین اور بے سہارا لوگوں کا ذکر ہے کہ انہیں اس مال سے حصہ دیا جائے۔ اس حکم سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ضرورت مند لوگ جو خود کو گداگری اور صدقات خوری سے بچاتے ہوئے باعزت کاروبار کرنا چاہیں تو ان کی مدد کی جانی چاہیے تاکہ ان کی کاروباری صلاحیتیں ضائع نہ ہوں ان کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوں سماج میں مفت خوری گداگری کی نوبت ہی نہ آئے ملک کا کاروبار بڑھے اقتصادی حرکت و عمل میں اضافہ ہو اشیاء وخدمات پروان چڑھیں بے روزگاری ختم ہو اور مجموعی قومی پیداوار میں اضافے سے معاشی خوشحالی اور ترقی کی منزل آسان سے آسان اور قریب سے قریب تر ہونا شروع ہو جائے اور سب سے بڑی بات یہ کہ کسبِ حلال کے وسیع مواقع میسر ہوں اور مال حلال کمانے کے حوالے سے خدا رسول کے احکامات کی تکمیل ہو سکے دنیا اور آخرت میں حسنات کا حصول ممکن ہو جائے۔ اس لئے مرکزی بینکوں چھوٹے بڑے متوسط ہر طرح کے جائز اور حلال کاروبار کے لئے تمویل کا عمل جاری رکھنا چاہیے تاہم یہ بھی ضروری ہے کہ تمویل کے اس عمل میں حقیقی ضرورت مند اور مستحق لوگ ہی فنڈ وغیرہ حاصل کر سکیں اور ملک و قوم کی اقتصادی

ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کے قابل ہو جائیں اس تناظر میں اگر غور کیا جائے تو مرکزی بینک کا مستحق ضرورت مند لوگوں کو کاروباری قرض جاری کرنا جتنا شرعی لحاظ سے ضروری ہے اُتنا ہی عقلی اعتبار سے بھی لازم ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[6]

اور تمھیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصّہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز، دونوں فوجوں کی مڈ بھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی، (تو یہ حصّہ بخوشی ادا کرو)۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ [7]

یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور اُن کے لیے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے 5 اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔

آمدہ احادیث مبارکہؐ سے بھی کاروباری ضرورت سمیت ہر طرح کے ضرورت مند لوگوں کی مالی مدد کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عزوجل یقول یوم القیامة یا ابن ادم مرضت فلم تعلنی قال یا رب کیف اعودک وانت رب العلمین ؟ قال اما علمت ان عبدی فلاتا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدته لوجدتنی عندہ ؟ یا ابن ادم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمک وانت رب العلمین ؟ قال اما علمت انه استعمک عبدی فلان قلم تطعمه اماعلمت انک لو اطعمته لوجدت ذلک عندی ؟ یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیک وانت رب العلمین ؟ قال استسقاک عبد فلان فلم تسقه! اما علمت انک لو سقیته لوجدت ذلک عندی[8]

رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا مگر تو نے میری عیادت نہ کی۔ وہ کہے گا اے میرے اللہ! تو رب العالمین ہے میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے پھر بھی تو اس کی مزاج پرسی کو نہ گیا اگر تو اس کو بیمار پرسی کو جاتا تو تو مجھے اسکے پاس پاتا۔ پھر فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے مجھے کھانا نہ دیا، وہ کہے گا میرے اللہ! تو تو رب العالمین ہے میں تجھے کس طرح کھلا سکتا تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا

میرا فلاں بندہ تجھ سے کھانا مانگنے آیا مگر تو نے اسے کھانا نہ کھلایا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو وہ کھانا تجھے میرے پاس موجود ملتا پھر فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا وہ کہے گا اے اللہ میں تجھ کو کیسے پانی پلاتا ؟تو تو رب العالمین ہے تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو آج وہ پانی میرے پاس تجھے موجود ملتا۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ , وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ , كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ , وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً , فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ , وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا , سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [9]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو اللہ اس کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوتا ہے، جو اپنے کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے اللہ اس کی وجہ سے اس سے قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے گا، اور جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے گا اللہ قیامت کے دن اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا“۔

ان آیات اور حدیث مبارکہ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوتی ہے کہ اسلامی میں اخلاقیات اور اقتصادیات باہم اس قدر مربوط ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ممکن نہیں اس لئے مذکورہ بالا آیات واحادیث میں اخلاقی اقدار اور معاشی ضروریات کو اس طرح مربوط اور یک جا کیا گیا ہے کہ یہ مستحقین ضرورت مند افراد کی مالی اعانت برائے کاروبار اور سماجی تعاون بطور اخلاقی اقدار دونوں ہی کو بریکٹ کیا گیا ہے۔

عاملین پیدائش اور تمویل

کیونکہ کاروبار سماجی تحفظ کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتا اور سرمایہ کے بغیر آغاز نہیں ہو سکتا اس لئے ماہرین معاشیات معاشی لحاظ سے کسی چیز کی پیداوار کے چار عناصر بیان کرتے ہیں جنہیں عاملین پیدائش (Factor of Production) کہا جاتا ہے۔ دنیا میں اس وقت قائم سرمایہ دارانہ نظام میں عاملین پیدائش چار ہیں، زمین (Land)، محنت (Labor)، سرمایہ (Capital) اور تنظیم (Organization)۔ کسی شے کو پیدا کرنے کے بعد اس کو فروخت کر کے جو منافع (Profit) حاصل ہوتا ہے اس میں یہ چاروں عاملین اپنا حصہ وصول کرتے ہیں۔ زمین کو لگان (Rent)، محنت کو اُجرت (Wage)، سرمایہ کو سود (Interest) اور تنظیم کو منافع (Profit) حاصل ہوتا ہے لیکن یہ پیداواری نظریہ سرمایہ دارانی نظام میں موجود ہے۔ اشتراکیت میں عاملین پیدائش چار کی بجائے دو تصور کئے جاتے ہیں، زمین اور محنت۔ اس نظریے کے مطابق کسی معاشی چیز کو

OPEN ACCESS

پیدا کرنے کے لئے اصل کردار زمین اور محنت کا ہے۔ اشتراکیت کے مطابق زمین عطیہ فطرت (Gift of Nature) اور سرمایہ ماضی کی محنت اور تنظیم ذہنی محنت ہے گویا اشتراکیت کے مطابق اصل پیداواری فیکٹر محنت ہے۔ اس پورے بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نظام خواہ اشتراکی ہو یا سرمایہ دارانہ ہو محنت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسلامی نکتہ نظر سے بھی محنت کو ہی زیادہ تحفظ اور اہمیت حاصل ہے۔ جیسا کہ معاہدہ مضاربت میں یہ بات طے کی جاتی ہے کہ اگر کاروبار میں قدرتی آفات یا غیر اختیاری طریقہ سے اتفاقاً کاروبار میں نقصان ہو تو پھر رب المال کا منافع اور مضارب کی محنت ضائع ہو جائے گی کسی پر کوئی تاوان نہیں آئے گا۔ چنانچہ اسلامی نکتہ نظر سے تمویل برائے کاروبار کے حوالے سے مرکزی بینک یا بیت المال جو بھی مالی معاونت فراہم کرتا ہے اس نے قانونی شرائط کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

آدابِ تمویل

حدیث مبارکہ میں بیت المال یا مرکزی بینک کی طرف سے عوام کو کاروباری قرض جاری کرنے کے اصول وضوابط اور اس کے آداب بیان کیے گئے ہیں اگر ان کا لحاظ رکھا جائے تو مرکزی بینک کی رقم ڈوبنے سے بچ سکتی ہے اوبے وسیلہ بے روزگار لوگوں کو کاروبار کے بہترین مواقع مل سکتے ہیں۔ مجموعی معاشی ترقی میں وہ اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں لہذا اسلامی تعلیمات کے مطابق اخلاقیات اور اقتصادیات کا یہ ملاپ ہمیشہ دنیا اور آخرت میں بھلائی اور خوبی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسلام نے ایک طرف تو ضرورت مند لوگوں کو قرض دینے کی ترغیب دی ہے اور قرض کی وصولی میں نرمی کا حکم دیا ہے تو دوسری جانب مقروض کو بھی اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ قرض کی ادائیگی میں ناجائز ٹال مٹول اور تاخیری حربے استعمال نہ کرے، حضور ﷺ کا فرمان ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ[10]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، سوائے قرض کے۔

عَنْ سَلَمَةَ ابْنَ الْأَكْوَعِ،قال:أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ , صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ:هَلْ تَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا؟" قَالُوا: نَعَمْ قَالَ:" هَلْ تَرَكَ مِنْ شَيْءٍ؟" قَالُوا:لَاقَالَ:صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ" قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ[11]

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تو لوگوں نے کہا: اللہ کے نبی! اس کی نماز جنازہ پڑھ دیجئیے، آپ نے پوچھا: "کیا اس نے اپنے اوپر کچھ قرض چھوڑا ہے؟" لوگوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: "کیا اس نے اس کی ادائیگی کے لیے کوئی چیز چھوڑی ہے؟" لوگوں نے کہا: نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے ساتھی

OPEN ACCESS

کی نماز جنازہ پڑھ لو"، تو ابو قتادہ نامی ایک انصاری نے عرض کیا: آپ اس کی نماز (جنازہ) پڑھ دیجئیے، اس کا قرض میرے ذمہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز (جنازہ) پڑھی۔

تاہم قرض کا لین دین معاشی اور سماجی زندگی میں ناگزیر بھی ہے۔ اسلام اس ناگزیر ضرورت کو اس طرح مکمل کرتا ہے کہ امکانی حد تک قرض نہ لیا جائے لیکن اگر لیا جائے تو پھر ادائیگی کی نیت سے لیا جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ"12

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی لوگوں کا مال قرض کے طور پر ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کرے گا اور جو کوئی نہ دینے کے لیے لے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو تباہ کر دے گا۔

تمویل برائے کاروبار کی نزاکت اور بیت المال کی امانت

بیت المال کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا قانونی ملکیت عوام کی اور حقیقی ملکیت اس پر اللہ تعالیٰ کی قائم ہوتی ہے۔ بیت المال کے نگران صرف امین اور ذمہ دار ہوتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ قرض کا معاملہ اتنا حساس نازک سخت اور خطرناک ہے کہ قرآن حکیم کی طویل ترین آیت صرف قرض کے لین دین اور اس کی ادائیگی کی دستاویز تیار کرنے کے متعلق ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات قرض لینا ایک ناگزیر ضرورت بن جاتا ہے۔ دوسری وجہ ضرورت پوری ہونے کے بعد انسان اپنی خود غرضی بے شعوری مجبوری غیر ذمہ داری جیسی بنیادی کی وجہ سے قرض واپس کرنے میں قرض خواہ کو سخت پریشان کرتا ہے اور دوسری طرف قرض خواہ جذبہ ہمدردی اور تعاون کی بجائے ہر قیمت پر اپنا قرض واپس لینا چاہتا ہے۔

دستاویزات برائے تمویل

فریقین کے ان رویوں کی وجہ سے قرض کا معاملہ جتنا شفاف آسان اور مبنی بر دیانت دار و ایمان داری ہونا چاہیے تھا ایسا نہیں ہو تا لہٰذا تمویل کے حوالے سے قرآنِ حکیم نے دستاویزات کی تیاری کو خاص اہمیت دی ہے اور ان تمام پیچیدگیوں مشکلات اور تلخیوں کی وجہ سے قرآن حکیم کی قرض کے متعلق آیت سب سے طویل ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَـيْــــًٔـا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ

ۚ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی ؕ وَ لَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَکْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا اِلٰٓی اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِکُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓی اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَکُمْ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَکْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِکُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۞ وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ یَّکْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ[13]

مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے نیز لکھنے والا جیسا اسے خدا نے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔ اور جو شخص قرض لے وہی (دستاویز کا) مضمون بول کر لکھوائے اور خدا سے کہ اس کا مالک ہے خوف کرے اور زر قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے۔ اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے۔ اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔ اور جب گواہ (گواہی کے لئے طلب کئے جائیں تو انکار نہ کریں۔ اور قرض تھوڑا ہو یا بہت اس (کی دستاویز) کے لکھنے میں کاہلی نہ کرنا۔ یہ بات خدا کے نزدیک نہایت قرین انصاف ہے اور شہادت کے لئے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے۔ اس سے تمہیں کسی طرح کا شک وہ شبہ بھی نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر (ایسے معاملے کی) دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور جب خرید و فروخت کیا کرو تو بھی گواہ کر لیا کرو۔ اور کاتب دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح نقصان نہ کریں۔ اگر تم (لوگ) ایسا کرو تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہے۔ اور خدا سے ڈرو اور (دیکھو کہ) وہ تم کو (کیسی مفید باتیں) سکھاتا ہے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔ اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز) لکھنے والا مل نہ سکے تو (کوئی چیز) رہن یا قبضہ رکھ کر (قرض لے لو) اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دیدے) تو امانت دار کو چاہیئے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے اور خدا سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرے۔ اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا۔ جو اس کو چھپائے گا وہ دل کا گنہگار ہو گا۔ اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

موضوع سے متعلق یہ قرآنِ حکیم کی جامع ترین اور طویل ترین آیت ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی معذور ضعیف شخص کاروبار کرنا چاہے تو قرض کا لین دین اس کے ساتھ اس کے ولی کے توسط سے ہو سکتا ہے۔ کاروباری تمویل کے حوالے سے بھی اس آیت سے مکمل رہنمائی ملتی ہے اور یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ تمویل برائے کاروبار سماجی عقلی معاشی اعتبار سے جتنا ضروری ہے اتنا ہی ضروری قرض کی محتاط ترین طریقہ سے جامع ترین الفاظ میں دستاویز تیار کرنا بھی ضروری ہے۔

OPEN ACCESS

تمویل اور عہدِ فاروقی

خلافتِ راشدہ میں حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت کی معراج ہے۔ عوام کی معاشی بحالی کاروباری ترقی غربت و افلاس کے خاتمے اور اقتصادی خوش حالی و خود کفالت سے متعلق قرآن و سنت میں جس قدر احکامات اور عہد رسالت مآب ﷺ اور دور صدیقیؓ میں جتنے عملی اقدامات اس ضمن میں اُٹھائے گئے تھے حضرت عمرؓ کا دور ان تمام احکامات و اقدامات کا عملی اور متحرک نمونہ تھا۔ عہد فاروقی کو بنیاد بنا کر موجودہ دور میں بھی مرکزی بینک کا کردار تمویل برائے کاروبار مزید بہتری کی طرف نہ صرف گامزن ہو سکتا ہے بلکہ اس کے اثرات و ثمرات زیادہ سے زیادہ سمیٹے جاسکتے ہیں۔ جنگ قادسیہ کے بعد جب بہت سامال مسلمانوں کو حاصل ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس موقع پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو کاروباری ترقی معاشی خوش حالی اقتصادی خود کفالت کی تاریخ میں بے مثال مقام رکھتا ہے آپؓ نے فرمایا:

انی حريص على ان لا ارىٰ حاجةً الا سددتها ما اتّسَعَ بعضنا البعض فاذا عجز ذلك عنا تأسينا في عيشنا حتى نستوى في الكفاف - ولو رددت انكم علمتم من نفسي مثل الذى وقع فيها لكم ولست معلمكم الا بالعمل. اني والله لست بملك فاستعبدكم ولكنى عبد الله عرض على الا امانة فان ابيتها ورددتها عليكم واتبعتكم حتى تشبعوا في بيوتكم وترووا سعدت بكم وان انا حملتها واستتبعتكم إلى بيتى شقيت بكم ففرحت قليلا وحزنت طويلاً - فبقيت لا أقال ولا أردّ فاسة فاستعيب[14]

مجھے اس بات کی بڑی فکر رہتی ہے کہ جہاں بھی کوئی ضرورت دیکھوں اسے پورا کردوں جب تک ہم سب مل کر اسے پورا کرنے کی گنجائش رکھتے ہوں، جب ہمارے اندر اتنی گنجائش نہ رہ جائے تو ہم باہمی امداد کے ذریعے گزر اوقات کریں گے یہاں تک کہ سب کا معیار زندگی ایک سا ہو جائے۔ کاش تم جان سکتے کہ میرے دل میں تمہارا کتنا خیال ہے لیکن میں یہ بات تمھیں عمل کے ذریعے ہی سمجھا سکتا ہوں خدا کی قسم میں بادشاہ نہیں ہوں تم کو اپنا غلام بنا کر رکھوں بلکہ خدا کا بندہ ہوں حکمرانی کی یہ امانت میرے سپرد کی گئی ہے۔ اب اگر میں اس کو اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھوں بلکہ (تمہاری چیز سمجھ کر) تمہاری طرف واپس کردوں اور تمہاری خدمت کے لیے) تمہارے پیچھے پیچھے چلوں یہاں تک کر تم اپنے گھروں میں سیر ہو کر کھا پی سکو تو ہی تمہارے ذریعہ فلاح پاؤں گا اور اگر میں سے اپنا بنالوں اور تمہیں اپنے پیچھے پیچھے چلنے اور اپنے حقوق کے مطالبہ کے لیے اپنے گھر آنے پر مجبور کردوں تو تمہارے ذریعہ میر انجام خراب ہو گا دنیا میں کچھ عرصہ میں خوشی منالوں گا مگر (آخرت میں) عرصہ دراز تک غمگین رہوں گا میر احال یہ ہو گا کہ نہ کوئی مجھ سے کچھ کہنے والا ہو گا اور نہ کوئی بات کا جواب دے گا کہ میں اپنا عذر بیان کر کے معافی حاصل کر سکوں۔

ابن جوزیؒ نے اسی قسم کا بیان حضرت عمر بن عبد العزیز (م 101ھ) نے جاری کیا تھا اور اپنے دورِ خلافت میں اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپؒ نے فرمایا تھا:

OPEN ACCESS

وما احد منكم تبلغني حاجة الا حرصت ان اسد من حاجته ما قدرت عليه[15]

تم میں سے جس کسی کی بھی کسی ضرورت مجھے ہو گا میں اس کی ضرورت پوری کرنے میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔

ذرائع تمویل

اسلام میں کاروباری تمویل کے لئے شراکت و مضاربت کی وسیع اور بے مثال تعلیمات موجود ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے حضرت سائبؓ کے ساتھ شراکت کی بنیاد پر اور حضرت خدیجہؓ کے ساتھ مضاربت کی بنیاد پر تجارت کی تھی۔ شراکت سے مراد دو یا دو سے زیادہ افراد کا کسی کاروبار میں متعین سرمایہ کے ساتھ حصول نفع کے لئے کاروبار کرنا ہے اور کاروبار سے پہلے نفع نقصان کی نسبتیں طے کی جاتی ہیں۔ موجودہ دور میں مرکزی بینک کے لئے تمویل برائے کاروبار کے عمل میں فریقین کے درمیان رضامندی کا ہونا فریقین کا عاقل بالغ ہونا نفع نقصان کی شرح کا تعین ہونا اور دیگر بنیادی معاملات کا طے کرنا اور اس پر گواہ بنانا عقلاً اور شرعاً واجب ہے۔ مرکزی بینک بھی انہیں شرائط کے ساتھ کاروبار کے لئے فنڈ فراہم کرے گا۔ شریعت میں شراکت کی چند اقسام بھی بیان کی گئی ہیں جس میں شراکتِ مال یعنی دونوں طرف سے مال کی فراہمی، شراکتِ ابدان یعنی دونوں کا مل کر کام کرنا اور شراکتِ وجوہ یعنی اپنی نیک نامی اور کاروباری تجربے کی بنیاد پر مختلف افراد یا اداروں سے رقم لے کر کاروبار کرنا اور شرکتِ مفاوضہ یعنی دو یا دو سے زیادہ فریقین کا مساوی بنیادوں پر کاروبار کرنا اور شراکتِ عنان یعنی سرمایہ کی فراہمی اور نفع نقصان میں شمولیت میں برابری کی بجائے کسی منظور شدہ شرعی شرائط کے مطابق کاروبار کرنا یہ تمام اعمال کاروبار کے لئے مالیات کی فراہمی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ موجودہ دور میں تمویل برائے کاروبار کی کچھ مزید صورتیں بھی پیدا ہو چکی ہیں جس میں مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں (Joint Stock Companies)، کاروباری شراکت (Partnership)، محدود کمپنیاں (Limited Company)، انجمن امدادِ باہمی (Cooperative Society) جیسے ادارے شامل ہیں مرکزی بینک ان کے لئے سرمایہ فراہم کرتا ہے اچھی اور نیک شہرت کے لوگ اور ادارے اس سرمایہ سے کاروبار کرتے ہیں اور غیر سودی ادارے تو نفع اور نقصان دونوں میں شرکت کرتے ہیں البتہ سودی ادارے صرف منافع میں حصہ دار بنتے ہیں۔ شراکت کی مضاربت بھی مالیات کی فراہمی کا بہترین اسلامی طریقہ ہے۔ مضاربت کو 'قراض' اور 'مقارضہ' بھی کہا جاتا ہے۔ قراض کا معنی کاٹنا ہے کیونکہ رب المال (مال فراہم کرنے والا) اپنی آمدن سے کاٹ کاٹ کر رقم جمع کر کے دوسرے فریق یعنی مضارب (کاروبار کرنے والا) کو سرمایہ فراہم کرتا ہے اس لئے اسے طرز کاروبار کو قراض بھی کہا جاتا ہے۔ اور مضاربت سے مراد دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان ایسا کاروباری معاہدہ (Business Contract) ہے جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا فریق معاہدے کے مطابق اس سرمایہ سے کاروبار کرتا ہے منافع میں طے شدہ حصہ دونوں کو ملتا ہے۔ مضاربت کی دو شرائط ہیں ایجاب اور قبول۔ ایجاب کا معنی کاروبار کے لئے سرمایہ پیش

OPEN ACCESS

کرنا اور قبول کا معنی دوسرے فریق کا پہلے فریق سے سرمایہ لے کر کاروبار کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا ہے اس معاہدے کی چند شرائط ہیں ۱۔ راس المال یعنی سرمایہ فراہم کرنا، ۲۔ فریقین کا باہمی رضامندی سے معاہدہ کرنا، ۳۔ معاہدے کے مطابق سرمایہ مضارب کے سپرد کرنا، ۴۔ سرمایہ میں مضارب کے ہر طرح کے جائز شرعی تصرف کا حق تسلیم کرنا، ۵۔ معاہدے کے مطابق طے شدہ نسبتوں سے منافع تقسیم کرنا۔ کاروبار میں لگائے گے سرمایہ میں اگر نقصان ہو تو سرمایہ کی مناسبت سے ہی نقصان میں بھی فریقین حصہ دار ہوں گے۔ مضاربت کا یہی پہلو اسے سود سے الگ کرتا ہے۔ موجودہ دور میں بینک کاری اور سرمایہ کاری کے معاملات میں پیچیدگی اور وسعت کی وجہ سے بہت سی اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کیا جاتا اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلم ماہرین معاشیات ماہرین بینک کامرس اکنامکس کے شعبوں سے وابستہ یونیورسٹی کے اساتذہ مدارس کے مفتی حضرات شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ ججز حضرات اور سول سوسائٹی کے تعلق رکھنے والے ماہرین معاشیات کی کوششوں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو سامنے رکھتے ہوئے مسلسل غور و فکر جاری رکھنا چاہیے اس ضمن میں درج ذیل کتابوں سے رہنمائی لی جاسکتی ہے۔ پروفیسر محمد طاہر القادری (حیات) کی کتب بلا سود بنکاری، بلا سود بنکاری اسلامی معیشت، مقدمہ ابن خلدون (م808ھ) کے معاشی مضامین از ابنِ خلدون، اسلام کا زرعی نظام از مفتی محمد تقی امینی (م1991ء)، علوم معاش کی صحیح حیثیت از سید سلیمان ندوی (م1953ء)، شرکت و مضاربت کے شرعی اصول از ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی (م2002ء)، اسلامی نظریہ ملکیت (یہی مصنف)، حرمتِ ربا اور غیر سودی مالیات نظام از ڈاکٹر محمود احمد غازی (م2010ء)، محاضراتِ معیشت (یہی مصنف)، اسلام میں حلال و حرام از ڈاکٹر یوسف القرضاوی (م2022ء)، اسلامی فقہ میں نظام مضاربہ از محمد شرف الدین ترجمہ محمد طاہر منصوری (حیات)، معاشیاتِ اسلام از مولانا مودودی (م1979ء)، اسلام کا اقتصادی نظام از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی (م1962ء)، مسئلہ سود از مولانا مودودی (م1979ء)، اسلامی معاشیات از مولانا مناظر احسن گیلانی (م1956ء)، علم الاقتصاد از علامہ اقبال (م1936ء) جیسی کتابوں سے رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیقی مضمون میں یہ حقائق ثابت کیے گئے ہیں کہ ایک مسلم ریاست میں معاشیات کے فروغ بے روزگاری کے خاتمے کاروبار کے آغاز اور وسعت کے لئے سرمایے کی قلت کو پورا کرنے کے لئے مرکزی بینک اور مرکزی بینک کی اجازت سے اس کے ماتحت بینک شرکت اور مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کرسکتے ہیں اور انہیں کرنا بھی چاہیے۔ ان کے اس عمل کو تمویل برائے کاروبار کے جامع عنوان کے تحت اس مضمون میں کتاب و سنت اور خلافتِ راشدہ کی مثالوں کی روشنی میں فکری اور عملی ہر پہلو سے اختصار و جامعیت کے ساتھ مستند حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ زمانے کی ترقی مالی مسائل کی پیچیدگی بے روزگاری میں اضافے کاروبار میں رکاوٹیں لوگوں کے معیارِ دیانت میں کوتاہی کی حد تک کمی اور فراہمی مال میں سرکاری یا غیر سرکاری کی سود

OPEN ACCESS

خوری جیسے غیر شرعی مسائل کو بھی شریعت کی روشنی میں حل کرنے کے لئے مختلف کتب کے مطالعہ کے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات مفتیانِ مدارس کی شرعی آراء یونیورسٹی اور کالجز سے وابستہ متعلقہ اساتذہ کرام اور محقیقن اور ماہرین بینک کاری کی آراء سے بھی استفادہ کرنے کی عملی راہیں بیان کی گئی ہیں۔

سفارشات

اس تحقیقی مضمون کی سفارشات درج ذیل ہیں

1. موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس امر کی سفارش کی جاتی ہے کہ تمویل برائے کاروبار کے عمل کو سادہ اور آسان بنایا جائے یعنی ون ونڈو آپریشن کو اختیار کیا جائے۔
2. کاروبار کے لئے قرض حاصل کرنے والے افراد اور اداروں کی ذاتی شہرت اور نیک نامی کا لحاظ رکھا جائے تاکہ بری شہرت رکھنے والے لوگ تمویل کے اس عمل کو نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ ہی بدنام کر سکیں۔
3. تمویل کے اس عمل کو سود، غرر، خطر، بدعنوانی، غبن، کرپشن جیسے مکروہ عوامل سے پاک رکھنے کی یقینی اور عملی کوشش کی جانی چاہیے۔
4. تمویل برائے کاروبار کے حوالے سے مرکزی بینک اور دیگر بینکوں میں ماہرین پر مشتمل الگ شعبہ قائم کیا جائے اور کیونکہ اسلامی سوسائٹی میں حضرت خدیجہؓ کی طرز پر خواتین بھی کاروبار کر سکتی ہیں اس لئے اس عمل میں خواتین کو بھی شامل کیا جانا چاہیے۔
5. موضوع کی مناسبت سے اہل علم کو جدید احوال اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مفصل کتابیں اور تحقیقی مضامین لکھتے رہنا چاہیے اور سوشل میڈیا پر موضوع سے متعلق بنیادی اور ضروری معلومات کو شیئر کیا جانا چاہیے تاکہ علمی اور عملی ہر اعتبار سے بے روزگار مگر تجربہ کار افراد کو کاروبار کا موقع حاصل ہو سکے اداروں کا فراہم کردہ سرمایہ محفوظ اور تمویل کا بنیادی نصب العین حاصل ہو سکے۔
6. سرکاری دینی اور غیر سرکاری اداروں کو موضوع کی مناسبت سے شعور و آگاہی پیدا کرنے کے لئے اپنے دائرے کار میں ماہانہ سہ ماہی یا سالانہ بنیادوں پر پروگرام مرتب کرنے چاہیں۔
7. سرمایہ کی فراہمی اور اس کے استعمال میں قانونی اور اخلاقی تقاضوں کو مد نظر رکھنے سے ہی ایسے تعمیری پروگرام کے اچھے اور صحت مند اثرات سوسائٹی پر مرتب ہوسکتے ہیں۔

CC BY

8. تمویل برائے کاروبار کے اس عمل کو مذہب علاقے زبان کی حد بندیوں سے ماوارء ہونا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اس عمل کی وجہ سے قومی آمدن میں ہونے والے اضافے سے ملک و قوم کو ہی فائدہ پہنچے بیرونِ ملک اپنے سرمایے کو منتقل کرنے یا سمگلنگ ذخیرہ اندوزی اکتناز واحتکار جیسے غیر قانونی غیر شرعی کاموں کی حوصلہ افزائی نہ ہونے پائے۔

CC BY

---

[1] اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ اسلامیات لاہور 1978، ص108

[2] معاشیاتِ اسلام، ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1981، ص391

[3] Arnold, T.w., Encyclopaedia Of Islam Vol.1, p.598

[4] ابوزید ولی الدین عبدالرحمن بن محمد المعروف ابنِ خلدون (م808ھ)، کتاب العبر ودیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر ومن عاصرہم من ذوی السلطان الاکبر، مطبوعہ مؤسستہ الاعلمی للمطبوعات بیروت 1984، ج4، ص147-148، مزید دیکھو، شبلی نعمانی (م1914ء) الفاروق ادارہ اسلامیات لاہور 1992، ص43

[5] ابنِ عابدین (م1252ھ بمطابق 1836ء)، ردالمختار مطبوعہ دار عالم الکتب، ریاض سعودی عرب 2003، ج2، ص328

[6] القرآن، سورۃ الانفال:41

[7] القرآن، سورۃ التوبہ:60

[8] صحیح مسلم:2569

[9] سنن ترمذی:1426

[10] صحیح مسلم:4883

[11] سنن نسائی:1963

[12] صحیح بخاری:2387

[13] القرآن، سورۃ البقرہ:282-283

[14] ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ مکتبہ المعارف بیروت 1990، ج7 ص46

[15] ابوالفرج عبدالرحمن ابن جوزی (م597ھ)، سیرت عمر بن عبدالعزیز، دارالقلم مصر 1984، ص41